مولانا عبیداللہ سندھی کا سفر کابل

اور اس کا مقصد

ابو شاہد خان

مولانا عبیداللہ سندھی مارچ ۱۸۷۲ء میں سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کے ماں باپ سکھ تھے لیکن ان کی قسمت میں ایمان کی دولت لکھی تھی ابھی ان کی عمر چودہ سال سے زیادہ نہ تھی اور مڈل اسکول کے طالب علم تھے کہ "تحفۃ الہند" نامی ایک کتاب ان کے ہاتھ لگی۔ اس کتاب کے مطالعہ نے اسلام کی صداقت ان کے دل پر نقش کردی۔ تقریباً تین سال تک وہ خفیہ طور پر اسلام کا مطالعہ کرتے رہے ۱۸۸۷ء میں انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ تقریباً دو سال تک وہ سندھ اور بھاولپور کے بعض مقامات پر دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۸۸۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ اور اپنی ذہانت و قابلیت کی بنا پر جلد ہی اساتذہ کی نظروں میں محبوب ہوگئے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے اس جوہر قابل کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ آپ ہی کی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ صاحب کے علوم و معارف اور حضرت اسمعیل شہید کے مجاہدانہ کارناموں نے ان کی انقلاب پسند طبیعت کو خاص طور پر متاثر کیا۔ حضرت شیخ الہند نے ان کو برصغیر ہند و پاکستان کی سیاست سے آگاہ کیا، اکابر سے ان کا تعارف کرایا۔ چند سال تک دیوبند اور دہلی میں اپنے قریب رکھ کر ان کی سیاسی تربیت فرمائی اور جب ہر طرح ان کے فکر و عقیدہ علم و بصیرت اور استقامت و عزیمت کو قابل اعتماد پایا تو انہیں اپنے خفیہ مشن کا ایک ممبر بنالیا اور اوائل ۱۹۱۵ء میں انہیں کابل بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

اس وقت تک مولانا عبیداللہ سندھی کو کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا تھا اور جیسا کہ مولانا سندھی نے خود لکھا ہے کہ "میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی لیکن تعمیل حکم کے لئے جانا ضروری تھا۔" لیکن کابل پہنچ کر مولانا سندھی کو ان کے سفر کے مقصد اور اس کی اہمیت کا علم ہو گیا مولانا نے فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ

"کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ جس جماعت کے نمائندہ تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کے حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں۔ ان کو میرے جیسے ایک خادم شیخ الہند کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہند کے اس انتخاب پر فخر محسوس ہونے لگا"

(کابل میں سات سال صفحہ ۱۵)

اس سفر کا مقصد یہ تھا کہ ۱۹۱۴ء میں جب جنگ عظیم چھڑ گئی تو حضرت شیخ الہند کی جماعت کے مرکز یاغستان سے جہاں مولانا سیف الرحمٰن اور حاجی ترنگ زئی وغیرہ حضرات موجود تھے اور عرصہ سے جماعت کی تنظیمی ضروریات انجام دے رہے تھے، ان کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا حکم پہنچا کہ اب سکون سے کام کرنے کا وقت نہیں۔ میدان میں آ جانا اور سربکف ہو کر کام شروع کر دینا از بس ضروری ہے۔ مرکزی حضرات نے اصرار کیا کہ آپ یہاں پہنچ جائیں تو آپ کی سرپرستی میں ہم بخوبی اپنی جدوجہد کر سکیں گے۔ مگر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے مالی امداد کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ادھر راستہ بھی جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے بہت زیادہ مخدوش ہو رہا تھا۔ اس لئے اس کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ سرحد میں مجاہدین کے اجتماع کو دیکھ کر انگریزی فوج نے حملہ کر دیا۔

مجاہدین نے نہایت بے جگری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا اور پلٹنوں کی پلٹنیں انگریزوں کی صاف کر دیں، جن کو انگریزوں نے ظاہر نہیں کیا اور بے شمار فوج سرحد پر پہنچا دی۔ سرحدی مجاہدین نے پوری سرگرمی کے ساتھ مقابلہ کر کے انگریزی طاقت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ مگر تا بکے۔ انگریز کی ٹڈی دل فوج بے شمار سامان رسد بے نہایت سامان

جنگ اور دوسری طرف یاغستان کے مفلس اور بے یار و مددگار عوام باشندے۔ نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ جب مجاہدین کے کھانے کا سامان ختم ہو جاتا تو اس کو مورچہ چھوڑ کر رسد کے لئے اپنے دور دراز گاؤں لوٹنا پڑتا تھا۔ کارتوس ختم ہو جاتے تو ان کے حاصل کرنے کے لئے مورچہ خالی کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے وہاں سے درخواست آئی کہ جب تک کسی منظم حکومت کی پشت پناہی نہ ہو، ہماری شجاعت اور جانبازی بے کار ہے، اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ آزاد حکومتوں کی پشت پناہی ضرور حاصل کی جائے۔

بنا بریں مولانا عبیداللہ سندھی کو کابل بھیجا گیا اور حضرت شیخ الہند نے خود حجاز تشریف لے جانے اور وہاں ترکی زعما سے مل کر ان کی امداد حاصل کرنے کی کوشش کی۔

(نقش حیات از مولانا حسین احمد مدنی)

اکتوبر ۱۹۱۵ء میں مولانا سندھی کابل پہنچے لیکن ان کے کابل روانہ ہونے کی اطلاع تحریک جہاد کے رہنماؤں افغانستان میں تحریک کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کو پہلے ہی پہنچ چکی تھی، اسی لئے کابل تک پورے سفر میں ان کے لئے راہ کھلتی چلی گئی۔ مولانا سندھی کابل میں پاسپورٹ حاصل کئے بغیر غیر قانونی طور پر داخل ہوئے تھے۔

لیکن افغان حکومت کے اونچے درجے کے لوگوں میں جو تحریک جہاد اور ہند و پاکستان کی آزادی کی تحریک سے ہمدردی رکھتے تھے ان کی بدولت مولانا کو کہیں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ اور نہ انہیں پریشانی میں مبتلا ہونا پڑا۔ مولانا کے لئے اس سفر میں جو آسانیاں فراہم ہوتی گئیں اس پر انہیں خوشی اور تعجب ہوا لیکن ایک مدت تک انہیں اصل حقیقت کا پتہ نہیں چل سکا۔ کابل پہنچنے کے کچھ دنوں بعد جب مولانا کا اکابر حکومت اور دیگر زعما سے ملتے تعارف ہوا تو رفتہ رفتہ انہیں معلوم ہوا کہ ان کے سفر اور مقصد سفر کا دونوں کو پہلے سے علم تھا اور ان کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ مولانا سندھی فرماتے ہیں۔

> "ایک عجیب بات وہاں میں یہ نظر آئی کہ ہمارے اس سفر کے متعلق خاص طور پر ان کے پاس اطلاعات تھیں انہیں جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ میرا ہی نام عبیداللہ ہے تو بہت مسرور ہوئے۔"

لیکن مولانا سندھی کو جس مقصد کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا تھا اور حضرت شیخ الہند کی پچاس سالہ کوششوں کا جو ماحصل ان کے سامنے غیر منظم صورت میں موجود تھا، اس مقصد میں کامیابی اور حالات پر قابو پانا آسان نہ تھا۔ انگریزی ڈپلومیسی برابر اپنا کام کر رہی تھی اور کامیاب تھی۔ بادشاہ اور امراء کی خود غرضیوں نے ان کے کام کو ناممکن بنا دیا۔ حکومت انگریزوں کے اشاروں پر کام کرتی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امیر حبیب اللہ خاں کو اپنی امارت اپنی سالانہ گرانٹ میں اضافہ اور اپنے بعد بھائی کی امارت کی بجائے اپنے بیٹے کی امارت سے زیادہ دلچسپی تھی اور ملت اسلامیہ کے عمومی مفاد کی بجائے وہ اپنے ان اغراض کی خاطر انگریزوں کے ہاتھوں میں کس طرح کھیل رہے تھے، اس کا اندازہ مولانا سندھی کے اس بیان سے کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستانیوں، ترکوں اور جرمنوں کا جو مشن کابل اس خیال سے آیا تھا کہ وہ امیر افغانستان حبیب اللہ خاں کو ہندوستان پر حملہ کرنے پر آمادہ کر سکے گا۔ اس مشن کی جو گفتگو اعلیٰ حضرت سے ہوتی وہ حرف بحرف برٹش قونصل کے ذریعے وائسرائے کو بھیج دی جاتی۔ اس کے معاوضے میں کافی روپیہ انگریزوں نے اعلیٰ حضرت کے لئے بھیجا۔ اور ان کے سالانہ گرانٹ میں مستقل اضافہ ہو گیا۔

جہاں سیاسی جوڑ توڑ سے کام نہیں چلتا تھا وہاں مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور علماء و صوفیاء سے ان کی عقیدت کو آلۂ کار بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ جب معین السلطنت کو ان کے بعض خیالات سے باز رکھنا مشکل ہو گیا تو حضرت صاحب چہار باغ کو جو کہ معین السلطنت سردار عنایت اللہ کے مرشد تھے، انگریزوں نے مکہ معظمہ سے اس خدمت کے لئے بلایا اور معین السلطنت کو اپنے قومی اور مذہبی فیصلے سے علیحدہ رکھنے میں کامیاب ہو گئے اور یوں خواب سنائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں اس کام کو پورا کروں۔"

ان حالات میں ان توقعات کے پورا ہونے کا جو افغانستان کی مسلمان حکومت سے وابستہ کی گئی تھیں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ ہندو پاکستان سے مولانا سندھی ایک خفیہ مشن پر بھیجے گئے تھے لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ کوئی راز ہی نہیں جن سے اغیار کے مقابلہ میں امداد و تعاون کی امید کی گئی تھی وہ اغیار کے یار و مددگار تھے۔

مولانا عبیداللہ سندھی کو افغانستان بھیجنے کے بعد حضرت شیخ الہند نے حجاز کا قصد فرمایا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت شیخ الہند نے غالب پاشا گورنر مکہ سے ملاقات کی۔ غالب پاشا کو چونکہ پہلے سے حضرت شیخ اور ان کی تحریک سے واقف کرایا جا چکا تھا۔ اس لئے اس کے سامنے حرف مطلب زبان پر لانے میں کوئی تاخیر نہیں ہوئی۔

غالب پاشا نے بصری پاشا گورنر مدینہ منورہ کے نام ایک خط دیا اور انور پاشا اور جمال پاشا سے حضرت شیخ الہند کی ملاقات کرا دینے کی سفارش کی اور دیگر اراکین دولت عثمانیہ اور زعماء ملت کے نام خطوط دیئے مدینہ منورہ پہنچکر حضرت شیخ الہند نے انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات کی اور صورت حال سے انہیں آگاہ کیا۔ آئندہ پروگرام کا نقشہ انہیں بتلایا اور ان سے امداد کے طالب ہوئے۔ انور پاشا پہلے سے اس چیز کے متمنی تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ الہند سے امداد کا وعدہ فرمایا اور چند وثیقے لکھ کر حضرت کو دیئے جس میں آزاد قبائل کے باشندگان کو امداد کا اطمینان دلایا گیا تھا۔ حضرت شیخ الہند نے مولانا ہادی حسن خاں کے نام وہ وثیقے ہندوستان بھیجے اور خود اطراف بغداد سے بحری راستہ سے روانہ ہو کر مکران ہوتے ہوئے آزاد قبائل جانے کا منصوبہ بنایا لیکن شریف حسین کی بغاوت کی وجہ سے حجاز کے حالات نے یک لخت پلٹا کھایا۔ حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء کو گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا اور اس طرح یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ چونکہ حضرت شیخ الہند کے منصوبے اس میں مولانا عبیداللہ سندھی کے کردار اور ان کے سفر کابل کے مقصد پر رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ سے کافی روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے اس کے بعض حصے یہاں پیش کئے جاتے ہیں رولٹ ایکٹ کمیٹی کے ارکان تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ ایک تجویز تھی جو ہندوستان میں تیار کی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ شمالی مغربی سرحد سے ایک حملہ ہو۔ ادھر ہندوستان کے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں۔ اور سلطنت برطانیہ کو تباہ و برباد کرایا جائے۔ اس تجویز پر عمل کرنے اور اس کو تقویت دینے کے لئے ایک شخص مولوی عبیداللہ نے اپنے تین رفقاء کو ساتھ لے کر اگست ۱۹۱۵ء میں شمالی مغربی سرحد کو عبور کیا .... روانہ ہونے سے پہلے عبیداللہ نے

دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا اور دو ایسی کتابیں معرض اشاعت میں لایا جن میں ہندوستانی مسلمانوں کو جنگی اور مذہبی جوش کی ترغیب دی گئی تھی۔ اور ان کو جہاد کے فرض اولیٰ کے ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا۔ اس شخص کا اور اس کے دوستوں کا جن میں مولانا محمود حسن بھی شامل ہیں، عام مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا ایک بہت زبردست حملہ ہندوستان پر ہو اور مسلمانوں کی بغاوت سے اسے تقویت پہنچے۔

عبیداللہ اور اس کے دوست پہلے ہندوستانی مجنونانِ مذہبی کے پاس گئے۔ اور اس کے بعد کابل پہنچے۔ وہاں وہ ترکی جرمنی کے ممبروں سے ملے اور ان سے تبادلۂ خیالات کیا تھوڑے عرصہ کے بعد ان کا دیوبندی دوست مولوی محمد میاں انصاری بھی آملا۔ یہ آدمی مولانا محمود حسن کے ساتھ عرب گیا تھا اور سنہ ۱۹۱۶ء میں وہ اعلان جہاد ساتھ لے کر آیا جو حجاز کے ترکی فوجی حاکم غالب پاشا نے مولانا محمود حسن کو دیا تھا۔ اثناء راہ میں محمد میاں اس تحریر (جو غالب نامہ کے نام سے مشہور ہے) کی نقلیں ہندوستان اور سرحدی قوموں میں تقسیم کرتا ہوا آیا۔

عبیداللہ اور اس کے ساتھی سازشی لوگوں نے ایک تجویز تیار کی تھی کہ جب سلطنت کو مٹایا جائے تو ہندوستان میں ایک عارضی حکومت قائم کی جائے ایک شخص جو عبیداللہ کو اچھی طرح جانتا ہے وہ اس کی نسبت لکھتا ہے کہ عبیداللہ تجویزیں تیار کرنے میں بہت عجیب غریب اور غیر معمولی آدمی تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑی سلطنت کا حکمران ہے کابل میں عارضی حکومت ہند قائم ہوئی تو اس کا ایک اہم رکن عبیداللہ بھی تھا۔ حکومت عارضی نے ترکی گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی تجویز بھی کی اور اس مقصد کے حصول کے لئے عبیداللہ نے اپنے پرانے دوست محمود حسن کو خط لکھا اور شیخ عبدالرحیم سندھی کے پاس بھیجا کہ وہ اسے کسی معتبر حاجی کے ہاتھ مولانا محمود حسن کو جو اس زمانہ میں عرب میں تھے، بھیج دے۔

چونکہ یہ خط اور اس کے ساتھ دیگر خطوط زرد ریشمی کپڑے پر لکھے ہوئے تھے، ان خطوط میں جرمن اور ترک وفود کا کابل میں آنا، ان کی مصروفیت، غالب نامہ کی اشاعت

حکومت کی تجویز، سیاسی حالات کی تفصیل اور ایک فوج کی تیاری کی تفصیلات تھیں، اس فوج کے لئے یہ تجویز تھی کہ اس کے لئے ہندوستان سے رنگروٹ بھرتی کئے جائیں۔ اور مسلمان حکمرانوں کے درمیان اتحاد پیدا کیا جائے۔ مولانا محمود حسن ان تمام معاملات کو حکومت عثمان تک پہنچانے پر مقرر کیا گیا تھا۔ عبیداللہ کے خط میں خدائی فوج کا ایک نقشہ بھی تھا۔ اس فوج کا ہیڈ کوارٹر مدینہ اور اس کا جنرل انچیف مولانا محمود حسن ہونے والا تھا۔ دوسرے کوارٹر مقامی جرنیلوں کے ماتحت قسطنطنیہ، طہران اور کابل میں قائم ہونے والے تھے کابل میں خود عبیداللہ جرنیل مقرر ہونے والا تھا۔"

اوپر کی سطور میں رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ سے جو اقتباس پیش کیا گیا ہے اس سے مولانا عبیداللہ سندھی کے سفر کابل کے مقصد ان کے عزائم اور کابل میں ان کی مصروفیت پر روشنی پڑتی ہے۔ مولانا سندھی کی ہنگامہ خیز اور انتہائی معروف سیاسی زندگی کی یہ صرف ایک جھلک تھی۔

المسوّیٰ من احادیث الموطا

عربی

حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ مشہور کتاب آج سے ۳۴ سال پہلے مکہ مکرمہ میں مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے زیر اہتمام چھپی تھی اس میں جگہ بہ جگہ مولانا مرحوم کے تشریحی حواشی ہیں مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے حالات زندگی اور ان کی الموطا کی فارسی شرح المصفیٰ پر مولف امام نے جو مبسوط مقدمہ لکھا تھا اس کتاب کے شروع میں اس کا عربی ترجمہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

ولایتی کپڑے کی نفیس جلد کتاب کے دو حصے ہیں۔ قیمت ۲۰ روپے